

عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور ان کا جائزہ

(عثمان غنیؓ کے عنقریب چھپنے والے سرکاری خطوط کا ایک باب)

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق

(استاذ ادبیات دہلی یونیورسٹی)

اب ہم اُن اعتراضات کا جائزہ لیں گے جو مدینہ اور باہر کی پارٹیوں نے عثمان غنیؓ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اُن پر لگائے تھے، یہاں یہ بتادینا مفید ہوگا کہ عثمان غنیؓ کے پیش رو خلیفہ عمر فاروقؓ پر بھی اعتراض ہوئے تھے اور زیادہ تر اپنی لوگوں کی طرف سے جو اُن کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے لیکن چونکہ وہ دہنگ آدمی تھے اور چونکہ اُن کا کوڑا سخت اور نظر تیکھی تھی کسی کو شورش کرنے یا اعتراضات اچھالنے یا مخالفت کی الاپ لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، دوسری بات یہ تھی کہ انھوں نے ایسی بے رونق اور روکی زندگی گزاری کہ ان کی خلافت پر حسد اور جلن کو زیادہ فروغ پانے کا موقع نہ ملا، اس کے علاوہ انھوں نے میدانِ خلافت کے سب سے بڑے حریف حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے شادی میں عقد کر کے ان کو منالیا تھا اور بیعتِ کاخِ لستان دے کر اُن کے غبارِ خاطر کو کسی قدر کم کر دیا تھا، اور دوسرے دو امیدوارانِ خلافت طلحہؓ اور زبیرؓ کو حجاز میں جاگیریں عطا کر کے ایک حد تک ان کی بھی تالیفِ قلب کر دی تھی۔

۱۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبید اللہؓ کو تین افراد کے قتل کی سزا نہیں دی جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ میں ایرانی نژاد ایک غلام ابو لؤلؤ رہتا تھا، وہ بڑھئی اور لوہار کا کام جانتا تھا، اس کے مالک طائفی صحابی مُغیرہ بن شعبہ اس سے پچاس روپے ماہوار اور قبول بعض

لے تاریخ الامم ۴/۱۳۸۔

دور پیہ پیہ ٹیکس وصول کرتے تھے، ابو لؤلؤ نے کسی بار ٹیکس کم کرنے کی درخواست کی لیکن بغیر ہٹنے اس کو منظور نہیں کیا، ایک دن اُس نے عمر فاروقؓ سے زیادتی ٹیکس کی شکایت کی لیکن وہ بھی ہمدردی سے پیش نہ آئے، ابو لؤلؤ کو غصہ آگیا اور اس نے چند دن بعد ناز فجر کے موقع پر حبس بدل کر عمر فاروقؓ پر دودھاکر خنجر کے کئی وار کئے اور بھاگ گیا، لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کر لی، عمر فاروقؓ حملہ کے بعد تین چار دن زندہ رہے، اس اثناء میں اس بات کی تحقیق کی گئی کہ حملہ کے منصوبہ میں ابو لؤلؤ کے ساتھ کون کون شریک تھا، کوئی قطعی بات تو نہ معلوم ہو سکی البتہ اس شبہ کا قریبہ پیدا پیدا ہوا کہ ابو لؤلؤ کے ساتھ جرم میں ہرمزان اور جفینہ بھی شریک تھے، ہرمزان کسروی خاندان کا ایک گورنر تھا جو سلسلہ میں مسلمان ہو کر مدینہ میں بس گیا تھا، جفینہ عراق کا ایک عیسائی عرب تھا، یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور مدینہ کے بچوں کو عربی لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا، ابو لؤلؤ ان دونوں سے ملتا جلتا رہا تھا ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ابو لؤلؤ جیسا خنجر ہرمزان اور جفینہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا، یہ کوئی قطعی شہادت نہ تھی، عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبید اللہ کے جذبات مشتعل تو تھے ہی، اس رپورٹ کی بنا پر انھوں نے ہرمزان، جفینہ، نیز اس کی چھوٹی لڑکی کو قتل کر ڈالا، بلکہ ان کا ارادہ تو ان سب فارسیوں کو قتل کرنے کا تھا جو مدینہ میں موجود تھے، عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا، عثمان غنیؓ کے انتخاب کو ابھی گھنٹے ہی گزرے تھے کہ حضرت علیؓ نے آکر مطالبہ کیا کہ عبید اللہ کو قتل کی سزا دی جائے کیوں کہ انھوں نے عہد آئین خون کسے ہیں ایک جلسہ ہوا اور ممتاز مہاجر و انصار صحابہ کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا، اکثریت کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مقتولین کی دیت ادا کر دی جائے لیکن حضرت علیؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ قتل پر مصر تھے، مؤئدین دیت کی دلیل تھی کہ چونکہ مقتولین کا کوئی وارث نہیں اس لئے خلیفہ ان کا والی وارث ہے اور خلیفہ کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے لے، یہ دلیل عین قانون اسلام کے مطابق تھی اور عثمان غنیؓ نے اسی کو اختیار کیا، حضرت علیؓ کی دلیل تھی کہ قتل عمر فاروقؓ کے عہد میں ہوا اس لئے وہی مقتولین کے وارث تھے، نیا خلیفہ وارث نہیں ہو سکتا اور نہ دیت لے سکتا ہے، عبید اللہ کو چھوڑ دیا گیا، حضرت علیؓ نے ان کو دیکھا تو غصہ سے کہا: ”بچہ میرے ہتے چڑھے تو بغیر قتل کے نہیں رہوں گا“

عبداللہ امیر معاویہ کے پاس شام چلے گئے اور جنگ صفین (۳۵) میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑے۔
 ۲۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے سرکاری روپیہ سے مینہ میں ایک کوٹھی بنوائی۔
 یہ کوٹھی ۲۸ میں تعمیر ہوئی، اس کے چار حصے تھے، ایک میں خزانہ تھا، دوسرے میں دفاتر تیسرا مہانوں
 سفیروں اور دفدوں کے لئے مخصوص تھا، چوتھے میں عثمان غنیؓ خود رہتے تھے، اب سے چودہ پندرہ
 سال پہلے عمر فاروقؓ کے عہد میں بصرہ اور کوفہ میں جو دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا تھا، اس کا
 نقشہ بھی کم و بیش یہی تھا، یعنی ایک حصہ میں خزانہ، دوسرے میں دفاتر اور تیسرے میں گورنر کی رہائش
 کا انتظام تھا۔ عثمان غنیؓ نے اس کوٹھی کا افتتاح ایک دعوت سے کیا جس میں اکابر مدینہ مدعو تھے، کھانا عذر
 اور بڑے پیمانہ پر تھا، حاسدوں اور مخالف پارٹیوں نے دعوت اور کوٹھی دونوں کو پردہ پیگنڈے کا موضوع
 بنا لیا، ان کی مجلس اور ہر اجتماع میں کوٹھی کے چرچے اور عثمان غنیؓ پر لعنت ملامت ہونے لگی، سب
 سے بڑا حملہ یہ تھا کہ انھوں نے کوٹھی سرکاری روپے سے بنوائی ہے حالانکہ انھوں نے اپنا ذاتی روپیہ
 خرچ کیا تھا، ترک سنت اور فضول خرچی کے الزام لگائے گئے حالانکہ اس میں نہ کوئی ترک سنت تھی،
 نہ فضول خرچی، اہل مدینہ کی مالی حالت بہتر ہونے سے شہر میں بہت سے نئے مکان بن گئے تھے،
 اور مال دار صحابہ نے حویلیاں بنوالی تھیں اور یہ سب باتیں عرب دینیت کے ارتقاء اور خوش حالی کا
 نتیجہ تھیں، اس لئے خلافت کے سربراہ نے اگر اپنے عمل، خزانہ اور سرکاری مہانوں کے لئے ایک
 باقاعدہ اور خلافت کے شایان شان عمارت بنوالی تو اس میں اعتراض نہیں بلکہ اطمینان و مسرت کا موقع
 تھا اور خاص کر جبکہ عمارت پر سرکاری روپیہ بھی نہ لگا ہو، عثمان غنیؓ کو اس پر دیپنگنڈے کا علم ہوا تو انھوں
 نے نماز جمعہ کے بعد ایک تقریر میں کہا:

”جب کوئی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اس عمارت کا
 مقصد جو میں نے بنوائی ہے خزانہ کو محفوظ کرنا ہے اور باہر کے مہانوں اور دفدوں کو ٹھہرانا ہے، شہر کے
 کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں سرکاری روپے سے اس کو تعمیر کرایا ہے اور مسلمانوں کی بلا اجازت ان کی آمدنی
 اس پر لگائی ہے، ان کی پارٹیاں سرگوشیاں کرتی ادھر ادھر پھرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ مجھے ان کی حرکتوں کا

علم نہیں، یہ لوگ میرے سامنے اعتراض نہیں کرتے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ ان کے اعتراض کا مدلل اور دندان شکن جواب دیا جائے گا، ان کو ایسے ہم خیال مل گئے ہیں جو ان کی طرح پرہیزگار اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، خدا ان کو دفع کرے، خدا ان کو ذلیل کرے!

عثمان غنیؓ نے یہ دُشعر پڑھے جن کا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے:-

تَوَقَّدَ بِنَارِ أَيْنَمَا كُنْتَ وَاشْتَعَلَ
فَلَسْتُ تَرَى مِمَّا تَعَالَجُ شَا فِئَا
تَشْطُفِ قِصَى الْأُمِّ دُونَكَ أَهْلَهُ
وَشَيْدَكَ وَلَا تَدْعِي إِذَا كُنْتَ نَائِيَا

مجھے آپ کی آمدنی اور سرکاری روپیہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا میں قریش کے مالدار ترین لوگوں میں نہیں ہوں اور مان لو کہ میں نے خزانہ کے روپیہ سے عمارت بنوائی تو کیا خزانہ آپ کی اور میری ضرورت کے لئے نہیں ہے؟ کیا میں آپ کی خدمت نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں آپ کی ضروریات اور روزی کا کفیل نہیں ہوں اور آپ کے سارے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہوں؟ پھر کیا مجھے اتنا بھی اختیار نہیں کہ فالتو روپیے سے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام کر سکوں؟ اگر نہیں ہے تو پھر میں خلیفہ کس بات کا ہوں؟ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم عثمان کو معزول کر دیں گے قتل کر دیں گے۔۔۔۔۔

مدینہ میں مختلف ملکوں کی عورتیں کینزوں کے روپ میں آنے لگی تھیں۔۔۔۔۔ ان میں اعلیٰ گھرانوں کی خاتونیں بھی تھیں، ان کا تمدن، رہائش، کھانا اور لباس سب عربوں کی سادہ اور بدوی معیشت سے بہت بلند تھا، اس لئے یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنے نئے گھروں میں اپنے اعلیٰ معیار تمدنی معیشت کو قائم کرنے کی کوشش کرتیں، ان کی آمد سے عرب گھروں کا ماحول اور وضع قطع بدلنے لگی، دوسری طرف صحابہ کے بچے عثمان غنیؓ کے عہد میں جو ان ہو چکے تھے اور ان کی ایک خاصی بڑی تعداد جنگوں میں شرکت کے لئے فارس، خراسان، عراق، شام، آرمینیا، مصر اور شمالی افریقہ کا سفر کر کے وہاں کے تمدنوں سے روشناس ہو گئی تھی اور چونکہ عمر فاروقؓ کے عہد سے وظیفوں اور مالِ غنیمت کی

ملہ شرح نہج البلاغہ بحوالہ مؤلفیات قاضی مکہ زبیر بن بکار ۳۹۴/۲ -

راہ سے گھر بیٹھے خوب روپیہ آ رہا تھا اس لئے یہ باؤمنگ جوان اپنے کپڑے، کھانے، فرنیچر، مکان سب کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ان امور میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ان کے درمیان دوڑ رہا کرتی تھی، عمر فاروقؓ اپنی سخت گیری اور احتساب سے یہ رجحانات دبائے ہوئے تھے، عثمان غنیؓ نے نہ تو سختی سے کام لیا نہ احتساب سے، اس لئے ان رجحانات کو پھیلنے پھولنے کا موقع مل گیا، ان رجحانات کو روکنا کسی فرد کے بس کی بات بھی نہ تھی کیوں کہ جب دولت کے ساتھ فرصت کا جوڑ لگتا ہے یا بے محنت روپیہ ہاتھ آتا ہے تو منجملہ اور خرابیوں کے تکلف، شان و شوکت اور ترف کے مظاہر بھی ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کرائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے، ہجرت کے بعد یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائی تھی، اس کی لمبائی سو ذراع یا لگ بھگ دو سو فٹ تھی، دالان اینٹوں کا تھا، دالان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پائی گئی تھی۔ اور کھجور کے تنوں پر قائم تھی، ابو بکر صدیقؓ کا عہد چونکہ مختصر تھا اور مشکلات سے پرہ، اس لئے مسجد کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی، عمر فاروقؓ کے عہد میں حالات بہتر ہوئے اور سرکاری آمدنی بڑھ گئی تو انھوں نے مسجد کی توسیع و اصلاح کرائی، انھوں نے لمبائی دو سو فٹ سے بڑھا کر دو سو اسی فٹ کر دی۔ مسجد کے آنگن کی بنیادیں پتھر سے چنوا دیں اور قد آدم دیوار اٹھوا دی، رسول اللہ کے عہد میں مسجد کے صرف تین دروازے تھے، عمر فاروقؓ نے مزید تین دروازوں کا اضافہ کیا لیکن مسجد کے دالان، چھت اور فرش بدستور رہے، چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پیٹی تھی اور بارش کے وقت ٹپکا کرتی تھی، بارش نہ ہوتی تو کوڑا کرکٹ اور کپڑے کوڑے کر ا کرتے، مسجد کا فرش کچا تھا، اس لئے خاک اڑتی اور نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے، بارش کے زمانہ میں پانی بھر جاتا اور کچھڑ رہتی، شہر میں نئے نئے مکانات اور حویلیاں بنتی جا رہی تھیں ایک سال پہلے یعنی ۲۸ھ میں عثمان غنیؓ نے دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بھی بنوایا تھا، نئی عمارت کے مقابلے میں مرکز خلافت کی مسجد بدنام نظر پیش کر رہی تھی، ان سب باتوں کے پیش نظر عثمان غنیؓ نے مسجد کو پکا کرانے کی تجویز بڑے صحابہ کے سامنے پیش کی لیکن انھوں نے عدم تعاون کی

روش کے ماتحت تجویز کی مخالفت کی اور مسجد کی اصلاح پر سرکاری روپیہ صرف کرنے کی اجازت نہیں دی، عثمان غنیؓ نے مسجد کی توسیع و تجدید پر اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کا غزم کر لیا۔ انھوں نے مسجد کی لمبائی ایک سو چالیس ذراع (دو سو اسی فٹ) سے بڑھا کر ایک سو ساٹھ ذراع (تقریباً تین سو بیس فٹ) اور چوڑائی ایک سو چاس ذراع یا لگ بھگ تین سو فٹ کر دی، مسجد کا دالان پتھر اور چونے سے بنوایا اور ایک کچی چھت ساگون کی کڑیوں پر ڈلوادی، چھت کے ستون منقش پتھر کے لگوائے اور فرش بھی پکا کر دیا، یہ کام ۲۹ھ میں شروع ہوا اور ۳۱ھ میں دس ماہ بعد پائیہ تکمیل کو پہنچا، اس پر دس ہزار روپے (بیس ہزار درہم) خرچ ہوئے۔ چونکہ مخالفت اور عدم تعاون کا ماحول تھا اس لئے اس اچھے کام کو بدعت اور مخالف سنت قرار دیا گیا، عمر فاروقؓ کے درے سے چونکہ سب ڈرتے تھے اس لئے جب انھوں نے مسجد میں توسیع و ترمیم کرائی تو کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔

۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے منیٰ میں دو رکعت کی جگہ چار رکعتیں پڑھیں حالانکہ رسول اللہؐ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

منیٰ مکہ سے باہر تقریباً سو چار میل پر ایک میدان ہے جہاں حاجی منیٰ جمار کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ رسول اللہؐ جب یہاں آتے تو قصر کیا کرتے یعنی چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھتے، خلافت کے بعد کئی برس تک عثمان غنیؓ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھتے تھے لیکن ۲۸ھ کے حج کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ یمن اور بعض دوسرے علاقوں کے عرب کہتے ہیں کہ مقیم کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ نے چونکہ مکہ میں شادی کر لی ہے اور اس قریبہ سے چونکہ مکہ ان کے وطن کے حکم میں آگیا ہے اور خود ان کی حیثیت مقیم کی سی ہو گئی ہے، اس لئے ان کا منیٰ میں چار رکعتی نماز کا دو رکعت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کے نزدیک مقیم کی نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت ہے، اس لئے دوسرے مسلمانوں کو بھی دو رکعت پڑھنا چاہئے۔

حج کے لئے دور دور سے عرب آتے تھے، عثمان غنیؓ کو اندیشہ ہوا کہ مقیم کی نماز کے دو رکعت ہونیکا

تصور کہیں عرب کے دوسرے شہروں اور قریوں میں نہ پھیل جائے، اس لئے انہوں نے منیٰ میں دو کی جگہ چار رکعت پڑھنا شروع کر دیا، اعتراض کا جواب خود ان کے الفاظ میں سنئے: إِنْ بَعْضُ مَنْ حَجَّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ وَجُفَاءَ النَّاسِ قَدْ قَالَُوا فِي عَامِنَا الْمَاضِي أَنَّ الصَّلَاةَ لِلْمَقِيمِ رَكْعَتَانِ، هَذَا أَمَّا مَكْرُ عِثْمَانَ يَصْلِي رَكْعَتَيْنِ وَقَدْ اتَّخَذَ بِمَكَّةَ أَهْلًا، فَرَأَيْتَ أَنَّ أَصْلَى أَرْبَعِ الْخَوَافِ عَلَى النَّاسِ، وَأُخْرَى قَدْ اتَّخَذَتْ بِهَا زَوْجَتَهُ وَلِي بِالطَّائِفِ مَالٌ قَرِيبًا أَطْلَعَتْهُ فَأَقَمَتْ فِيهِ بَعْدَ الصَّدْرِ إِلَيْهِ

قصر نماز کی قرآن میں صرت خطرہ کے وقت اجازت دی گئی ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا وَالصَّلَاةَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ قصر صلاۃ میں کوئی حرج نہیں اگر تم کو اندیشہ ہو کہ دشمن دھوکہ سے تم پر حملہ کر دے گا، لیکن رسول اللہ نے عوام کی آسانی کے لئے سفر میں بھی قصر کی اجازت دیدی تھی، یعنی قصر کی حیثیت مباح سے زیادہ نہ تھی، سفر میں رسول اللہ کبھی پوری نماز بھی پڑھ لیتے تھے لیکن منیٰ میں ہمیشہ دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے، مذکورہ بالا خبر کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے دو صورتیں تھیں (۱) سنت نبی پر عمل کریں (۲) چہار رکعتی مفروضہ نماز کو دو رکعتی بنانے کا خطرہ مول لیں، انہوں نے پہلی صورت اختیار کی، رہا سنت نبی کا ترک تو یہاں یہ بتادینا مناسب ہے کہ صحابہ مصالح عامہ کی خاطر عمل نبی کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے، سند کے طور پر یہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ترک سنت کی مزید مثالیں آپ کو آگے بھی ملیں گی۔

(۱) رسول اللہ کا عمل اس اصول پر تھا کہ جو شخص زبان سے خدا کی وحدانیت کا اقرار کرے اور نماز پڑھے اس پر تلوار نہیں اٹھائی جاسکتی لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے بھی جہاد کیا جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار نہ تھے اگرچہ توحید کے قائل تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔

(۲) رسول اللہ نے شرابی کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی تھی، کبھی گھونسوں سے، کبھی چانٹوں سے

اور کبھی بھوتوں سے اس کی خبر لی جاتی تھی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے چالیس کوڑوں کی سزا مقرر کی۔

(۳) رسول اللہؐ نے ہجر (بحرین) کے ذمیوں - مرد، عورت، بچوں، بوڑھوں سب پر فی کس پانچ روپے (ایک دینار) جزیہ لگایا تھا لیکن عمر فاروقؓ نے جزیہ کا ایک بالکل نیا ضابطہ وضع کیا، انھوں نے عورتوں بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور اپاہیوں کو جزیہ سے مستثنیٰ کر کے صرف لڑنے کے قابل بالغ مردوں سے جزیہ وصول کیا، دوسری طرف انھوں نے جزیہ کی تین شرحیں مقرر کیں: مال داروں کے لئے چوبیس روپے سالانہ، متوسط حال لوگوں کے لئے بارہ روپے اور دست کاروں اور ناداروں کے لئے چھ روپے سالانہ۔

(۴) قرآن میں زکوٰۃ سے مؤلفۃ القلوب کا ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے، یہ حصہ رسول اللہؐ برابر دیتے رہے، لیکن عمر فاروقؓ نے اس کو بند کر دیا۔

(۵) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے منیٰ میں شامیہ لگایا حالانکہ رسول اللہؐ یا عمر فاروقؓ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اسلام جزیرہ عرب سے باہر نہیں نکلا تھا، اس لئے مکہ، مدینہ اور حجاز کا تمدن خالصتہ عربی تھا، اس تمدن کو بنانے میں یہاں کی معاشی، موسمی اور طبعی حالات کو بڑا دخل تھا، عام طور سے لوگ مفلوک الحال اور غریب تھے ان کے کھانے، پینے اور برتن کی چیزیں وہی ہوتیں جو اس علاقہ میں سیکڑوں برس سے بنتی چلی آتی تھیں لیکن رسول اللہؐ کے بعد ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد زیادہ بڑے پیمانہ پر عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے عہد میں جب عرب بیرونی ملکوں میں قائم کی حیثیت سے گئے اور ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی تو انھوں نے شام، عراق اور فارس کے زیادہ نکھرے تمدن کو اپنا نام شروع کر دیا، ان کا لباس، کھانا پینا، برتن، فرنیچر، غرض کہ معیشت کے سارے پہلو بدلتے لگے اور اس تبدیلی کو مفتوحہ علاقوں کی عورتوں نے جو غلام بن کر عرب گھروں میں داخل ہوئیں، تیز تر کر دیا۔ ان عورتوں کا تمدن چونکہ زیادہ اُبلتا اور دلکش تھا اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے نئے گھروں میں اس کو رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ عمر فاروقؓ نے نئے تمدن کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رکا نہیں، اوٹیں ہو گیا، عثمان غنیؓ کی زندگی شروع ہی سے اُجلی اور پُر آرام تھی، وہ زندہ دل اور خوش ذوق

آدمی تھے، انھوں نے خلافت کا چارج لیا تو نیا تمدن پردہ سے باہر نکل آیا، ان کے عہد میں ہر زمانہ سے زیادہ روپیہ اور سامانِ مدینہ آنے لگا، اہلِ مدینہ کو مفرہ و طیفوں کے علاوہ جلد جلد جس کی مرے بھی کافی روپیہ ملتا رہتا تھا اور وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ ایک ستھری اور اُجلی زندگی بسر کر سکیں، اس کے علاوہ غنیمت کے روپ میں مختلف انواع و اقسام کا سامان، فرنیچر، قالین، کپڑے، برتن اور شاہی نوادرات بھی مدینہ آتے اور لوگ ان سے متعارف ہوتے اور خود بھی ان میں سے بعض چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے، نئے تمدن کے مظاہر میں شامیانہ بھی تھا جس کو عربی میں فسطاط کہا جاتا ہے، عرب شامیانہ سے واقف تھے لیکن چونکہ مہنگی چیز تھا اس کے استعمال پر قادر نہ تھے، عرب جنرل جب اپنے ملکی حدود سے باہر نکلے اور شام و عراق وغیرہ میں انھوں نے دیکھا کہ دشمن کے کمانڈر اور اکابر شامیانہ استعمال کرتے ہیں تو خود بھی کرنے لگے۔ فاتحِ مصر عمرو بن عاص کے مشہور شامیانہ سے شاید ہمارے قارئین واقف ہوں گے، یہی وہ شامیانہ تھا جو مصر کی راجدھانی فسطاط کی بنیاد پڑا۔

رسول اللہؐ یا ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں شامیانہ کا چلن مدینہ میں نہیں ہوا تھا لیکن شامیانہ میں یہ عہدِ عمر فاروقؓ ہمارے رپورٹرتباتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی بیوی زینب بنت جحش کی قبر پر شامیانہ لگایا گیا تھا، تاکہ اہلِ جنازہ دھوپ اور لوہ سے محفوظ رہیں، اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا کہ یہ بدعت ہے حتیٰ کہ عمر فاروقؓ نے جو عجمی تمدن کے مخالف تھے، اس شامیانہ کے نیچے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی، شامیانہ نئے اور زیادہ پُر آسائش تمدن کا مظہر تھا، خیمہ کی نسبت اس میں زیادہ گنجائش اور فراخی تھی، خیمہ کی نسبت اس میں موسمی تکلیفوں سے زیادہ امن رہتا تھا، اسی لئے عثمان غنیؓ نے اس کو مہنی کے چٹیل میدان میں جہاں گرمی اور لوہ ہلاکی ہوتی لگوا دیا تھا، چونکہ مفید اور آرام دہ چیز تھی، مال دار لوگوں نے جلد اس کو اپنا لیا،

رسول اللہؐ کی بیوی عائشہؓ جب حج کرنے جاتیں تو حرم کے پاس ان کا بھی ایک شامیانہ لگتا تھا۔ رسول اللہؐ کا شامیانہ کو استعمال نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہ دیتا تھا بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ اور مسلمان اس وقت اتنے خوش حال نہ تھے کہ ایسی گراں چیز کے متحمل ہو سکتے، عمر فاروقؓ کا شامیانہ

سے اجتراز بھی کسی جذبہ دینی کامریہوں نہ تھا بلکہ اس کا ایک سبب ان کا طبعی نقشف تھا، اور دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ عجمی تمدن کو اپنانے کے خلاف تھے۔

(۶) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے چچا حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دی حالانکہ رسول اللہؐ نے ان کو طائف جلا وطن کر دیا تھا۔

حکم بن عاص قریش کے اکابر میں سے تھے، ایک بے ہودگی پر رسول اللہؐ نے ان کو مدینہ میں رہنے کی ممانعت کر دی تھی اور طائف جلا وطن کر دیا تھا، فتح مکہ کے بعد شہر کا یہ واقعہ ہے جب حکم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس وقت نہ تو ان کو اسلام سے قلبی لگاؤ تھا اور نہ رسول اللہؐ کا جیسا چاہئے احترام کرتے تھے، بعد میں خلص مسلمان ہو گئے تھے، کافی بڑا کنبہ تھا، اس کا کچھ خاندان مکہ اور مدینہ میں تھا اور کچھ ان کے ساتھ طائف میں، دین جگہ خاندان بٹ جانے سے بہت سی دقتیں اور مسائل پیدا ہو گئے تھے، ان دقتوں کو دیکھ کر عثمان غنیؓ نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ حکم کو مدینہ آنے کی اجازت دیدیں لیکن انھوں نے کہا سر دست حکم کی واپسی مناسب نہیں، کچھ عرصہ بعد عثمان غنیؓ نے پھر درخواست کی تو رسول اللہؐ نے واپسی کی اجازت دینے کا وعدہ کر لیا، ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا، ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے ان سے حکم کی واپسی کی سفارش کی اور رسول اللہؐ کے اس وعدہ کا ذکر کیا جو انھوں نے حکم کے بارہ میں کیا تھا، ابوبکر صدیقؓ رسول اللہؐ کی طرف منسوب کسی صحابی کا قول اس وقت تک نہ مانتے جب تک دوسرا صحابی اس کی توثیق نہ کر دیتا اور عثمان غنیؓ چونکہ دوسرا شاہد فراہم نہ کر سکے اس لئے ان کی درخواست پوری نہ ہو سکی، عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے حکم کی واپسی کی ان سے اجازت مانگی اور کہا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے اجازت دینے کا وعدہ کر لیا تھا، عمر فاروقؓ بھی رسول اللہؐ کی طرف منسوب کوئی بات اس وقت نہ مانتے جب تک دوسرا صحابی اس کی گواہی دے دیتا اور چونکہ عثمان غنیؓ دوسرا گواہ پیش نہ کر سکے ان کی خواہش پوری نہ ہوئی، ۲۴ھ میں عثمان غنیؓ کے انتخاب کے وقت حکم کو وطن اور عزیزوں سے چھوٹے پندرہ سال ہو چکے تھے، اور وہ نیزان کے کنبہ کے لوگ

بہت پریشان تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی، یہ ایک معمولی واقعہ تھا لیکن مخالفوں نے اس کو پروپیگنڈے کا موضوع بنا لیا اور ایک بڑا جرم قرار دے کر اس کے چرچے کرنے لگے، عثمان غنیؓ کا فیصل کسی اعتبار سے ملامت کے قابل نہیں تھا، انھوں نے ایک ایسے خاندان کا دکھ دور کیا تھا جو سولہ سال سے بے خانماں اور پریشان حال تھا، رسول اللہؐ اگر جلا وطنی ختم کرنے کا وعدہ نہ بھی کر لیتے تب بھی عثمان غنیؓ کا یہ اقدام درست ہوتا کیونکہ وہ حاکم تھے اور حاکم کو خطا کاروں کو معاف کرنے کا اختیار ہی، اس کے علاوہ حکم کی بے ہودگی یا گستاخی کوئی ایسا جرم بھی نہیں تھی کہ اس کے لئے ان کو ساری عمر وطن اور عزیزوں سے محروم رکھا جاتا۔

(۷) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔ حکم کا سلسلہ میں یا اس کے لگ بھگ انتقال ہوا، جس طرح رسول اللہؐ اپنے چچا عباسؓ اور حمزہؓ کا احترام کرتے تھے کچھ اسی طرح عثمان غنیؓ بھی اپنے چچا حکم کی عزت کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا اور ان کے بعد حکم ہی عثمان غنیؓ اور ان کی بہن کے باپ تھے، حکم نے اپنی شفقت خاص، پیار اور خیال سے عثمان غنیؓ کے دل میں اور زیادہ گھر کر لیا تھا، اس متبادل رشتہء محبت کی وجہ سے عثمان غنیؓ بھی حکم اور ان کی اولاد کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ وہ حکم کے لڑکوں کو اپنے کاروبار میں لگائے رہتے تھے اور شادی بیاہ نیز دوسری تقریبات پر ان کو تحفے اور عطیے دیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے حریف ان باتوں سے جلتے تھے اور مخالف پارٹیاں ان کی داد و دہش اور التفات خاص کو توڑ مروڑ کر اور حاشیے چڑھا کر مدینہ اور دوسرے صدر مقاموں میں پیش کیا کرتی تھیں، مقصد عثمان غنیؓ کے خلاف اشتعال پیدا کرنا اور انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنا تھا، وہ عثمان غنیؓ ہی سے نہیں، ان کے چچا زاد بہن بھائیوں سے بھی جلتے تھے اور حکم اور حکم کی اولاد کو طردار کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ حکم اور ان کا خاندان ہمیشہ کے لئے معنوب و مغضوب رہیں، انھوں نے اس معمولی سی بات تک کو پروپیگنڈے کا آلہ بنا لیا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔ رسول اللہؐ نے عبداللہ بن سلول جیسے منافق تک کی نماز جنازہ

پڑھائی تھی حالانکہ وہ اکثر ان کی رائے سے اختلاف کرتا تھا اور وہ اس کے پیرد ہمیشہ عدم تعاون سے کام لیتے تھے، شامیانہ لگانے سے حکم کا کوئی اعزاز مقصود نہ تھا اور اگر ہوتا تب بھی اعتراض کا موقع نہ تھا کیوں کہ حکم ایک معزز قریشی تھے، شامیانہ ضرورہ لگایا گیا تھا، موسم سخت گرم تھا، اہل جنازہ اور نمازیوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے شامیانہ ایک معقول تدبیر تھا، ۲۱ھ میں جب رسول اللہ کی بیوی زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت بھی ان کی قبر پر دھوپ اور گرمی سے بچاؤ کے لئے شامیانہ نصب کیا گیا تھا اور یہ شامیانہ خلیفہ وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے لگا تھا۔ وکان دفن زینب بنت ابی جحش فی یوم صائف ف ضرب عمر علی قبرھا فسطا طاً۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ شامیانہ لگانا اگر کوئی بدعت تھا تو اس کے ترکیب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، لیکن ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوا اور نہ کسی کو اعتراض کی جرأت ہو سکتی تھی۔

حکم کی بے تمیزی کوئی ایسا جرم نہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی وجہ سے خونی رشتہ فراموش کر دیتے یا حکم کا جو بچائے باپ کے تھے، احترام کرنا چھوڑ دیتے یا اس تکلیف کا بے حسی سے جواب دیتے جس سے غریب لوٹنی میں حکم دوچار تھے، قارئین کو شاید معلوم ہو کہ رسول اللہ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد شراب پی اور نشہ کی حالت میں رسول اللہ کو دیکھ کر ان کے حق میں تاملات باتیں کیں لیکن رسول اللہ نے ان کو نہ تو ڈانٹا، نہ جلا وطن کیا اور نہ ان کی عزت و حرمت میں مطلقاً کمی کی۔

(۸) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی حالانکہ رسول اللہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا تھا، یہ ایک رعایت تھی جو انھوں نے ضرورتاً دی تھی، گھوڑے بہت مہنگے تھے، متوسط درجہ کی ایک راس کی ہزار روپے میں آتی تھی، جہاد اور اشاعت اسلام کے لئے گھوڑے تھے ضروری لیکن ان کا خریدنا اور ان کی خوراک کا انتظام دشوار تھا، اس لئے رسول اللہ نے گھوڑا رکھنے کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے گھوڑے پر زکوٰۃ معاف کر دی تھی، قانون مالیات اسلام کے اولین علماء - یحییٰ بن آدم قرشی مؤلف کتاب الخراج، تصانیف

ابو یوسف مؤلف کتاب الخراج، ابو عبید قاسم بن سلام مؤلف کتاب الأموال، امام شافعی مؤلف کتاب الام، امام مالک مؤلف الموطا اور امام بیہقی مؤلف السنن الکبریٰ میں سے کسی نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی، اس سلسلہ میں ایک رپورٹ یہ ضرور ملتی ہے کہ شام کے بعض مسلمانوں نے عمر فاروقؓ سے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینے کی خواہش ظاہر کی تھی جس کو انھوں نے مسترد کر دیا تھا لیکن جب بار بار انھوں نے زکوٰۃ دینے پر اصرار کیا تو ان کو اجازت دیدی گئی تھی،

إن اهل الشام قالوا لأبي عبیدة بن الجراح: خذ من خيلنا ورفیقنا صدقة فأبى، ثم كتب الى عمر فأبى فكتبوا أيضا فأبى، فكتب اليه عمر: إن أحبوا فخذها منهم وارددوها عليهم وارزق رفقهم۔ اس باب میں عثمان غنیؓ کی کسی نئی قانون سازی کا کہیں ذکر نہیں اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگائی تھی تب بھی ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کے عہد میں حالات بدل گئے تھے، مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی تھی، میدان جنگ کے علاوہ سواری کے لئے بھی گھوڑوں کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اس لئے بڑے پیمانہ پر تجارت کے لئے گھوڑے پالے جانے لگے تھے، تجارت کے سامان پر قانوناً زکوٰۃ تھی اور چونکہ گھوڑے سامان تجارت بن گئے تھے اس لئے اگر بالفرض عثمان غنیؓ نے ان پر زکوٰۃ لگادی تو اس پر اعتراض کا کیا موقع تھا۔

(۹) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے چراگاہوں اور تالابوں کو سرکاری گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا تھا اور عوام کو وہاں چرانے اور پانی پلانے کی ممانعت کر دی تھی۔

یہ اعتراض بالکل بیکار ہے کیوں کہ چراگاہیں محفوظ کرنے کا عمل رسول اللہؐ کے زمانہ سے برابر ہوتا چلا آیا تھا، سب سے پہلے رسول اللہؐ نے جہاد کے گھوڑوں کے لئے نقیع کی چراگاہ محفوظ کی تھی، یہ مدینہ کے اسی میل مشرق میں ایک سرسبز وادی تھی، عام لوگوں کو اس میں چرانے یا پانی پلانے کی اجازت نہ تھی۔ عمر فاروقؓ نے نقیع کے علاوہ دو اور چراگاہیں مدینہ کے مضافات میں بنائی تھیں: ایک ربذہ اور دوسری نمرت۔ یہ نقیع اور نمرت میں گھوڑے رکھے جاتے تھے اور ربذہ میں زکوٰۃ کے اونٹ، عمر فاروقؓ کے

۱۔ کتاب الاموال ابو عبید قاسم بن سلام مصر ۳۶۵ ۲۔ انساب الاشراف ۳۸/۵ ۳۔ فتوح البلدان ۱۵۱
۴۔ معجم البلدان ۵/۴۱۔

زمانہ میں بڑے پیمانہ پر کئی ملکوں میں فوجی اقدامات ہو رہے تھے اور سپاہیوں کے لئے گھوڑوں کی، اور بار برداری کے لئے اونٹوں کی اشد ضرورت تھی، اس لئے بڑی تعداد میں گھوڑے اور اونٹ فراہم کئے جاتے تھے اور ان چراگاہوں میں رکھے جاتے تھے، عام لوگوں کو یہاں چرانے کی ممانعت تھی، اس پر عمر فاروقؓ سے احتجاج بھی کیا گیا لیکن انھوں نے سرکاری ضرورت کا عذر پیش کر کے معترضین کی زبان بند کر دی، عثمان غنیؓ کے عہد میں یہی تین چراگاہیں تھیں، انھوں نے کسی سئی چراگاہ کا اضافہ نہیں کیا۔ مخالفوں نے مذکورہ بالا اعتراض ایک دوسرے انداز سے بھی پیش کیا ہے، قاضی واقدی کی زبانی سنئے: عثمانؓ نے ربذہ شرف (صحیح سرف) اور بقیع (صحیح نقیع) کو جمی بنا لیا تھا، ان چراگاہوں میں نہ تو ان کا کوئی جانور چرتا نہ بنو امیہ کا، لیکن اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں انھوں نے شرف (سرف) کو اپنے اونٹوں کے لئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی اور حکم کے اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا، ربذہ میں وہ زکوٰۃ کے سرکاری اونٹ رکھتے اور بقیع میں سرکاری گھوڑوں کے ساتھ وہ اپنے اور بنو امیہ کے گھوڑے بھی چراتے۔ طبقات ابن سعد کی ایک رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چراگاہ ہیں چاہے عوام کے لئے بند ہوں۔ غیر اہوی اکابر قریش کے لئے کھلی ہوئی تھیں، عبدالرحمن بن عوفؓ کا ۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے پاس ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے تھے، یہ جانور کہاں چرتے تھے؟ بقیع میں! تو ابن عوف ألف بعیر وثلاثہ آلاف شاة بالبقیع وما حترس ترعی بالبقیع^۱ اس رپورٹ سے یہ دوسرا اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ سرکاری گھوڑوں کے علاوہ بقیع صرف عثمان غنیؓ اور بنو امیہ کے جانوروں کے لئے مخصوص تھا۔

یہ تو ہم اد پر بتا چکے ہیں کہ پہلی چراگاہ بقیع خود رسول اللہؐ نے محفوظ کی تھی، پھر عمر فاروقؓ نے بڑھتی ہوئی ضرورت کے ماتحت دُود اور بڑی چراگاہیں سرکاری جانوروں کے لئے محفوظ کر لیں، لہذا اس حد تک عثمان غنیؓ سے مواخذہ درست نہیں رہا آخری ایام خلافت میں ان کا سرف اور بقیع کو خالصتہً اپنے جانوروں کے لئے محفوظ کرنا تو یہ بھی غلط بیانی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ سرکاری جانوروں

۱۔ شرح بیع البلاغہ ۱/۲۳۵ ۲۔ طبقات ابن سعد لائن ایڈیشن قسم اول ۳/۹۶

کے ساتھ وہ اپنے جانور بھی ان چراگاہوں میں رکھنے لگے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سُرِف اور لقیع میں
 سرکاری گھوڑے کم ہو گئے تھے، پچھلے جنگوں اور بالخصوص شمالی افریقہ کی لڑائی میں انھوں نے لگ بھگ
 دس ہزار گھوڑے باہر بھیجے تھے، ان کے آخری ایام میں لڑائیاں تقریباً ختم ہو چکی تھیں، فارس اور افریقہ
 دونوں پر عرب تسلط مکمل ہو چکا تھا اور چونکہ حکومت کے سامنے عسکری اقدامات نہیں تھے اس لئے
 گھوڑے فراہم کرنے کی مہم سست پڑ گئی تھی اور چراگاہوں میں غیر سرکاری جانوروں کیلئے گنجائش نکل آئی تھی۔
 (۱۰) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے خلافت کے ساتویں سال اپنی کوٹھی (دارالامارہ) پر نماز
 کے لئے نماز ٹالٹ لگوائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے۔

یہ اعتراض بھی محض اعتراض ہے، معترضین خوب جانتے تھے کہ اس میں کتنا وزن ہے لیکن چونکہ
 اس سے عثمان غنیؓ کو بدنام کرنا، ان کو بدعتی مشہور کرنا اور دور و نزدیک کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا
 کرنا مقصود تھا اس لئے اس کا خوب چرچا کیا حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو گیا۔
 رسول اللہؐ کا مکان مسجد سے متصل تھا اور عمر فاروقؓ کا بھی، اس لئے اذان کی آواز صاف سنائی
 دیتی تھی، عثمان غنیؓ کا نیا مکان یا دارالامارہ جس کا نام زوراء تھا مسجد سے فرا دور واقع تھا، اس میں
 سرکاری عملہ کے دفتر اور مہمانوں کو ٹھہرانیکے لئے کمرے تھے، کافی بڑی عمارت (باقی)

لے اسباب الاشراف ۳۹/۵ -

قرن اول کا ایک مدبر

ایک حوصلہ مند عرب مدبر کی زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے اہل ہیت کی حمایت اور ان کی شہادت کے انتقام
 کی مہم چلا کر ہوالی اور غلاموں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی
 بہر و پ بھر کر پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے ربع ثالث میں حکومت قائم کی تھی عرب جذباتی
 ماحول اور افتراق انگیز رجحانات کی متعدد جھلکیاں، ضخامت ۱۲۲ صفحات سائز ۲۲x۱۸ طبعات کاغذ
 عمدہ متعدد نقشوں کے ساتھ آخر میں انڈکس بھی دیا گیا ہے۔ قیمت تین روپے۔ مکتبہ برہان
 اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶